اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

فتویٰ متعلق
باغ فدک

از قلم

فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا

مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

فتویٰ متعلق
باغ فدک

از قلم

فقیہِ ملت حضرت علامہ مولانا

مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا، لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

سلسلہ اشاعت نمبر: ۴۸

نام کتاب	:	فتویٰ متعلق باغ فدک
مصنف	:	فقیہِ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	۲۴
اشاعت	:	اپریل ۲۰۲۰ء بمطابق شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ
ناشر	:	مرکزی مجلس رضا، لاہور
تعداد	:	
قیمت	:	40/- روپے

ملنے کا پتا

دفتر مرکزی مجلس رضا مسلم کتابوی

گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور۔ 37225605

مسئلہ

ازعبدالحق قادری غوثیہ منزل منڈی حویلی پونچھ (جموں کشمیر)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضی لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دیا تھا جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں غصب کرلیا اور حضور کا فرمان ہے کہ جس نے فاطمہ کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا تو اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟

الجواب

بعون الملك العزيز الوهاب۔بعض حصہ زمین جو کفار نے مغلوب ہو کر بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا ان میں سے ایک فدک بھی تھا جس کی آمدنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل وعیال ازواج مطہرات وغیرہ پر صرف فرماتے تھے اور تمام بنی ہاشم کو بھی اس کی آمدنی سے کچھ مرحمت فرماتے تھے۔مہمان اور بادشاہوں کے سفر کی مہمان نوازی بھی اس آمدنی سے ہوتی تھی۔اس سے غریبوں اور یتیموں کی امداد بھی فرماتے تھے۔ جہاد کے سامان تلوار، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ اس سے خریدے جاتے تھے اور اصحاب صفہ کی حاجتیں بھی اس سے پوری فرماتے تھے۔ظاہر ہے کہ فدک اور اس قسم کی دوسری زمینوں کی آمدنی مذکورہ بالا تمام مصارف کے مقابلہ میں بہت کم تھی اسی

سبب سے بنی ہاشم کا جو وظیفہ حضور نے مقرر فرما دیا تھا وہ زیادہ نہیں تھا اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو حضور کو حد سے زیادہ پیاری تھیں مگر آپ ان کی بھی پوری کفالت نہیں فرماتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی زمینوں کی آمدنی مخصوص مدوں میں حضور صرف فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا مال اسی کی راہ میں خرچ فرماتے تھے آپ نے ان کو ذاتی ملکیت نہیں قرار دیا تھا۔

پھر جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی فدک کی آمدنی کو انہیں تمام مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور خرچ فرمایا کرتے تھے۔ فدک کی آمدنی خلفائے اربعہ کے زمانہ تک اسی طرح صرف ہوتی رہی۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سب نے فدک کی آمدنی کو انہیں مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد باغ فدک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اختیار میں رہا۔ ان کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ آیا۔ ان کے بعد زید بن حسن بن علی برادر حسن بن حسن کے تصرف میں آیا رضی اللہ عنہم۔ پھر مروان اور مروانیوں کے اختیار میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے قبضہ وتصرف میں دے دیا۔ باغ فدک کی اس تاریخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ معاملہ کچھ بھی نہ تھا مگر لوگوں نے بلا وجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الزام لگا کر ان کو مطعون کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا تھا

یہ کہنا صحیح نہیں کہ باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ یہ رافضیوں کا افتراء ہے جس کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ یعنی اہل سنت کی معتبر کتابوں سے باغ فدک کا دینا ثابت نہیں بلکہ ہماری کتابوں سے حضور کا حضرت سیدہ کو باغ فدک کا نہ دینا ثابت ہے جیسا کہ مشہور ومعروف کتاب ابوداؤد شریف کی حدیث ہے:

عن المغيرة قال ان عمر بن عبدالعزيز جمع بنى مروان حين استخلف فقال ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانت له فدك فكان ينفق منها ويعود منها على صغير بنى هاشم و يزوج منها ايمهم وان فاطمة سالته ان يجعلها لها فابى فكانت كذلك فى حيوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى مضى لسبيله فلما ان ولى ابوبكر عمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى حيوته حتى مضىٰ لسبيله فلما ان ولى عمر بن الخطاب عمل فيها بمثل ما عملا حتى مضىٰ لسبيله ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزيز فرايت امرا منعه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاطمة ليس لى بحق وانى اشهد كم انى رددتها على ما كانت يعنى على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و ابى بكر و عمر۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کا جب زمانہ آیا تو انہوں نے بنی مروان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھا جس کی آمدنی وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور بنی ہاشم کے بچوں کو

پہنچاتے تھے اور اس سے مجرد مرد و عورت کا نکاح بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے سوال کیا کہ فدک ان ہی کے لیے مقرر کردیں تو حضور نے انکار کر دیا تو ایسے ہی آپ کی زندگی بھر رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ پھر جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک میں ویسا ہی کیا جیسا کہ حضور نے کیا تھا یہاں تک کہ وہ بھی رحلت فرما گئے پھر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ حضور اور ابوبکر نے کیا تھا یہاں تک کہ وہ بھی انتقال فرما گئے۔ پھر مروان نے (اپنے دور میں) فدک کو اپنی جاگیر میں لے لیا یہاں تک کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کی جاگیر بنا۔ پس میں نے دیکھا کہ جس چیز کو حضور نے اپنی بیٹی فاطمہ کو نہیں دیا اس پر میرا حق کیسے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی دستور پر واپس کر دیا جس دستور پر کہ وہ پہلے تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ مبارکہ میں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۵٦)

اس حدیث شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت سیدہ کو باغ فدک کا نہ دینا واضح طور پر ثابت ہے بلکہ شرح ابن الحدید جو رافضیوں کی معتبر مذہبی کتاب نہج البلاغۃ کی شرح ہے اس میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال لها ابو بكر لما طلبت فدك بابي وامي انت الصادقة الامينة عندي ان كان رسول الله عهد اليك عهدا اووعدك وعدا صدقتك وسلمت اليك فقالت لم يعهد الي في ذلك۔

جب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فدک طلب کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ میرے نزدیک صادقہ امینہ ہیں۔ اگر حضور نے آپ کے لیے فدک کی وصیت کی ہو یا وعدہ کیا ہو تو اسے میں تسلیم کرتا ہوں اور فدک آپ کے

حوالے کر دیتا ہوں تو سیدہ نے فرمایا کہ فدک کے معاملہ میں حضور نے میرے لیے کوئی وصیت نہیں فرمائی ہے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت سیدہ کو باغ فدک دینے کا جو افسانہ بنایا گیا ہے وہ صحیح نہیں اس لیے کہ حضرت سیدہ خود فرما رہی ہیں کہ حضور نے فدک کے لیے میرے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی ہے اور نہ وعدہ فرمایا ہے۔ لہٰذا جب حضور نے باغ فدک حضرت سیدہ کو دیا نہیں اور دینے کا وعدہ بھی نہیں فرمایا اور نہ وصیت فرمائی تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غصب کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا۔ تو یہ مسئلہ رافضی وسنی دونوں کے یہاں متفقہ طور پر مسلم ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز پر تاوقتیکہ موہوب لہٗ یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس کا قبضہ وتصرف نہ ہو جائے وہ چیز موہوب لہٗ کی مِلک نہیں ہو سکتی اور فدک بالاتفاق حضور کی ظاہری حیات میں کبھی حضرت سیدہ کے قبضہ میں نہیں آیا بلکہ حضور ہی کے اختیار میں رہا اور وہی اس میں مالکانہ تصرف فرماتے رہے۔

حضور نے کوئی وراثت نہیں چھوڑی

اگر یہ کہا جائے کہ حضور نے اپنی ظاہری حیات میں حضرت سیدہ کو فدک نہیں دیا تھا ہم نے یہ تسلیم کر لیا لیکن جب وہ حضور کی صاحبزادی تھیں تو فدک حضرت سیدہ کو وراثت میں ضرور ملنا چاہیے تھا کہ ہر شخص اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہوا اور حضرت سیدہ حضور کی وارث نہ ہوں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہا درجہ کے فیاض تھے جو کچھ آتا تھا سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ کچھ اپنے پاس باقی نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ حضور ایک بار نماز عصر پڑھ کر فوراً اٹھے اور

نہایت تیزی کے ساتھ گھر تشریف لے گئے پھر علی الفور واپس آ گئے لوگوں کو تعجب ہوا تو فرمایا مجھے خیال آیا کہ سونے کی ایک چیز گھر میں پڑی رہ گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑی رہ جائے اس لیے میں اسے خیرات کرنے کے لیے کہہ آیا ہوں۔ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص ۱۶۶)

اور حدیث شریف میں ہے کہ آخری بیماری میں حضور کی ملکیت میں چھ سات اشرفیاں تھیں۔ حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ اسے خیرات کردیں مگر وہ مشغولیت کے سبب خیرات نہ کرسکیں تو حضور نے ان اشرفیوں کو منگا کر خیرات کردیا اور فرمایا مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللّٰہِ لَوْ لَقِيَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ وَھٰذِہٖ عِنْدَہٗ (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۶۷) یعنی اللہ کا نبی خدائے تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اشرفیاں اس کے قبضہ میں ہوں تو یہ مقام نبوت کے منافی ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۴۸)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اپنی ذاتی ملکیت میں کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں تو ایسی صورت میں وراثت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لیے کہ وراثت اس چیز میں جاری ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہو اور سرکار اقدس نے ایسا کوئی مال چھوڑا ہی نہیں اور ازواج مطہرات جو اپنے حجروں کی مالک ہوئیں تو وہ بطور میراث ان کو نہیں ملے تھے بلکہ حضور نے اپنی ظاہری حیات میں ایک ایک حجرہ بنوا کر ان کو ہبہ کردیا تھا اور اسی زمانہ میں ان لوگوں نے اپنے اپنے حجروں پر قبضہ بھی کرلیا تھا اور ہبہ جب قبضہ کے ساتھ ہو تو ملکیت ثابت ہو جاتی ہے جیسے کہ حضور نے حضرت فاطمہ کے لیے بھی گھر بنوا کر ان کے قبضہ میں دے دیا تھا جو ان کی ملکیت تھا اور پھر فدک مال فَی سے تھا اسی لیے محدثین کرام فدک کی حدیث کو باب الفی میں لائے ہیں اور فَی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس کے مصارف کو خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ

جو فَی دلایا اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص ۱۳ ۳ پر مغرب سے ہے **حکمۂ ان یّکون لکافۃ المسلمین** فَی کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے ہے اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''حکم فی آنست کہ مر عامہ مسلمانان را می باشد و درو ے خمس وقسمت نیست و اختیار آں بدست آنحضرت ست''، فَی کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے ہے اس میں خمس و تقسیم نہیں ہے اور اس کی تولیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہے۔ (اشعۃ، ج ۳، ص ۴۴۱۶)

معلوم ہوا مال فَی وقف ہوتا ہے کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فدک کی آمدنی کو قرآن کی تصریح کے مطابق اپنی ذات پر۔ ازواج مطہرات اور بنی ہاشم پر غریبوں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ فرما دیتے تھے جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ فدک کسی کی ملکیت نہیں تھا بلکہ وقف تھا اور مال وقف میں میراث جاری ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

انبیائے کرام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے

اگر فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملکیت مان بھی لی جائے پھر بھی اس میں وراثت نہیں جاری ہوگی بلکہ وہ صدقہ ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لانورث ماترکناہ صدقة

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم (گروہ انبیاء) کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۵۰)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور کے وصال فرما جانے کے بعد ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضور کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

الیس قد قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم لا نورث ماترکناہ صدقة

کیا حضور نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ (مسلم شریف، جلد دوم، ص ۹۱)

جب حضرت عائشہ نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث شریف سنائی تو انہوں نے میراث طلب کرنے کا ارادہ ختم کر دیا اور حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ جو جویریہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی تھے انہوں نے فرمایا:

ماترک رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عند موته دینار اولا درهما ولا عبدا ولا امة ولا شیئا الا نعلته البیضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے وقت درہم و دینار اور غلام و باندی کچھ نہیں چھوڑا مگر ایک سفید خچر، اپنا ہتھیار اور کچھ زمین جس کو حضور نے صدقہ کر دیا تھا۔

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ، ص ۵۵)

اور بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال لایقتسم ورثتی دینارا ماترکت بعد ففقہ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہیں کریں گے میں جو کچھ چھوڑ جاؤں میری ازواج کے مصارف اور عاملوں کا خرچ نکالنے کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔(مشکوٰۃ شریف،ص ۵۵۰)

اور بخاری ومسلم میں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجمع صحابہ جن میں حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سب کو قسم دے کر فرمایا۔کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں:

انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء و الارض ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال الانورث ماترکنا صدقۃ قالوا قد قال ذلک فاقبل عمر علی علی و عباس فقال انشدکما باللہ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قد قال ذلک قالا نعم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے تو ان لوگوں نے کہا بے شک

حضور نے ایسا فرمایا ہے پھر وہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آپ دونوں کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور نے ایسا فرمایا ہے تو ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۵۷۵، مسلم، ج ۲، ص ۹۰)

ان احادیث کریمہ کے صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور حضور کا ترکہ خیبر اور فدک وغیرہ ان کے قبضہ میں ہوا اور پھر ان کے بعد حسنین کریمین وغیرہ کے اختیار میں رہا مگر ان میں سے کسی نے ازواج مطہرات حضرت عباس اور ان کی اولاد کو باغ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبی کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ورنہ یہ تمام بزرگوار جو رافضیوں کے نزدیک معصوم اور اہلسنت کے نزدیک محفوظ ہیں حضرت عباس اور ازواج مطہرات کی حق تلفی جائز نہ رکھتے۔

ان تمام شواہد سے خوب واضح ہوگیا کہ انبیائے کرام کے ترکہ میں وراثت نہیں جاری ہوتی اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کو باغ فدک نہیں دیا نہ کہ بغض وعداوت کے سبب جیسا کہ رافضیوں کا الزام ہے اس لیے کہ اگر حضرت سیدہ سے ان کو دشمنی تھی تو ازواج مطہرات کو حضور کے ترکہ سے حصہ پہنچتا تو ان سے اور ان کے باپ بھائی وغیرہ متعلقین سے کیا عداوت تھی کہ ان سب کو محروم المیراث کر دیا جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ ان کی صاحبزادی بھی ازواج مطہرات میں سے تھیں بلکہ حضرت عباس حضور کے چچا اور حضرت ابوبکر کے ابتدائے خلافت سے مشیر و رفیق تھے جن کو تقریباً نصف ترکہ ملتا وہ کس دشمنی کے سبب وراثت سے محروم ہوئے؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد رسول لانورث ما ترکنا صدقۃ کے سبب

حضرت سیدہ کو فدک نہ دیا کہ حدیث پر عمل کرنا ان پر لازم تھا۔ اس لیے کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت سیدہ کو خوش کرنے کے لیے انہیں حدیث کو پس پشت ڈال دینا چاہیے تھا اور ارشاد رسول پر انہیں عمل نہیں کرنا چاہیے تھا اور جب حضرت ابوبکر صدیق نے حدیث رسول پر عمل کیا تو ان پر الزام کیا ہے جبکہ یہ روایت کہ حضرات انبیا کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے رافضیوں کی معتبر کتابوں سے بھی ثابت ہے جیسا کہ اصول کافی باب العلم والمتعلم میں ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولادرھما ولکن اورثوا العلم فمن اخذہ منہ اخذ بحظ وافر

ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علمائے دین انبیائے کرام کے وارث ہیں اس لیے کہ انبیائے کرام کسی شخص کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے تو جس شخص نے علم دین حاصل کیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

اور اسی کتاب اصول کافی کے باب صفۃ العلم میں ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ذلك ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذہ بشئ منھا فقد اخذ حظا وافراً

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علمائے کرام انبیائے عظام کے وارث ہیں اور یہ اس لیے کہ حضرات انبیائے کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا انہوں نے تو صرف اپنی باتوں کا وارث بنایا تو جس شخص نے ان کی باتوں کو

حاصل کرلیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو رافضیوں کے نزدیک معصوم ہیں اور اہلسنت کے نزدیک محفوظ ہیں۔ ان کی روایتوں سے بھی ثابت ہوگیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث صرف علم شریعت ہی ہے وہ درہم ودینار اور مال واسباب کا کسی کو وارث نہیں بناتے اور جب یہ بات رافضیوں کی روایات سے بھی ثابت ہے تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کے سبب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فدک کے غصب کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ وورث سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وغیرہ قرآن وحدیث میں جہاں بھی انبیائے کرام کی وراثت کا ذکر ہے اس سے علم شریعت ونبوت مراد ہے نہ کہ درہم ودینار۔

اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں میراث نہ جاری ہوتی تو حضرت ابوبکر حضرت علی کو حضور کی تلوار، زرہ اور دلدل وغیرہ کیوں دیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو حضور کی تلوار وغیرہ کا دینا ہی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ حضور کے ترکہ میں میراث نہیں۔ اس لیے کہ حضرت علی حضور کے وارث نہ تھے۔ اگر حضور کے ترکہ کے وارث ہوتے تو صرف فاطمہ زہراء ازواج مطہرات اور حضرت عباس ہوتے نہ کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہم) مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال وفات کے بعد عامۂ مسلمین کے لیے وقف کا حکم رکھتا ہے اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیادہ لائق سمجھا تو ان کے لیے مخصوص کر دیا اور بعض چیزیں حضرت زبیر بن العوام اور حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کو بھی دیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں میراث نہیں۔

حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو نہیں ستایا رضی اللہ عنہما

بیشک جس نے فاطمہ کو ستایا اس نے حضور کو ستایا اور جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے حضور کو ایذا دی۔ اس مضمون کی حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

قال فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی وفی روایة یریبنی ما ارابها وجودینی ما اذاها

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے تو جو شخص اس کو غضب میں لایا مجھ کو غضب میں لایا۔

اور ایک روایت میں ہے مجھ کو اضطراب میں ڈالتی ہے جو چیز فاطمہ کو اضطراب میں ڈالتی ہے اور مجھ کو تکلیف دیتی ہے جو چیز اس کو تکلیف دیتی ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ص ۵۶۸)

یہ حدیث شریف حق ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہ سمجھنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کو ستایا یہ غلط ہے۔ ستانے کا مفہوم کیا ہے؟ جب حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے وہ حدیث شریف سنائی کہ جس کی تصدیق بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ یہاں تک کہ حضرت علی بھی کرتے ہیں تو حضرت سیدہ خاموش ہو گئیں کیا حدیث سنانا اور اس پر عمل کرنا سیدہ فاطمہ کو ستانا ہے؟ کون مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث پر عمل کر کے مجھ کو ستایا گیا اور جب عام مسلمانوں کو حدیث رسول پر عمل کرنے سے تکلیف نہیں پہنچ سکتی تو حضرت فاطمہ زہراء جو حضور کی لخت جگر اور نور نظر ہیں ان کو حضور کی حدیث پر عمل کرنے سے کیونکر تکلیف پہنچ سکتی ہے؟ اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ حضرت سیدہ کو حدیث رسول پر عمل کرنے کے سبب تکلیف پہنچی

جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو خود حضرت سیدہ پر الزام آتا ہے کہ ان کو حدیث رسول سے تکلیف پہنچی اور یہ بات سیدہ کی ذات سے ناممکن ہے۔ ہاں بخاری شریف کی بعض روایتوں میں حضرت سیدہ اور حضرت ابوبکر کے سوال و جواب کو نقل کرنے کے بعد حدیث کے راوی نے اپنے خیال کو اس طرح ظاہر کیا ہے:

فغضبت فاطمة وهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله ستة اشهر

پس حضرت فاطمہ ناراض ہوگئیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی اور حضرت فاطمہ حضور کے بعد چھ ماہ باحیات رہیں۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ یہ الفاظ حضرت سیدہ کی زبان سے نہیں نکلے ہیں بلکہ یہ حدیث کے راوی کا اپنا ذاتی خیال ہے جس کو انہوں نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر کی شکایت کسی روایت میں حضرت سیدہ کی زبان سے ثابت نہیں ہے نہ کوئی حدیث کا راوی یہ کہتا ہے کہ ہم نے ابوبکر کی شکایت جناب سیدہ سے سنی ہے اور چونکہ ناراضگی دل کا فعل ہے اس لیے جب تک اس کو زبان سے ظاہر نہ کیا جائے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی۔

البتہ آثار و قرائن سے دوسرے لوگ قیاس کرسکتے ہیں مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو جانے کا بہت امکان ہے جیسے کہ ایک بار بہت سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت نشینی سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضور نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے مگر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ طلاق نہیں دی ہے۔ اسی طرح فدک کے معاملہ میں بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سیدہ کی خاموشی اور ترک کلام سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ ناراض ہیں حالانکہ یہ بات نہیں کہ ناراضگی ہی ترک کلام کا سبب ہو

بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے والد گرامی کی حدیث سن کر وہ مطمئن ہوگئیں اس لیے پھر کبھی انہوں نے حضرت ابوبکر سے فدک کے معاملہ میں گفتگو نہیں کی۔

اور حضرت سیدہ کے ناراض نہ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ وہ برابر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گھر کے سارے اخراجات لیتی تھیں اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس حضرت سیدہ کی تیمارداری کرتی تھیں۔ اگر واقعی حضرت سیدہ ناراض ہوتیں تو ان کی اور ان کی بیوی کی خدمات وہ ہرگز قبول نہ فرماتیں اور پھر حضور نے یہ فرمایا:

مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ یعنی جو شخص اپنے قول یا فعل سے قصداً فاطمہ کو غضب میں لائے اس کے لیے وعید ہے۔

اس لیے کہ اغضاب کے معنی یہی ہیں اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غضب میں لانے اور ایذا پہنچانے کا قصد ہرگز نہیں کیا بلکہ وہ بارہا مقام عذر میں فرماتے رہے:

یا ابنة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ان قرابة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم احب الی من ان اصل قرابتی

قسم ہے خدا کی اے رسول اللہ کی صاحبزادی مجھے اپنی قرابت سے حضور کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی زیادہ محبوب ہے اور اگر حضرت سیدہ کا غضب میں ہونا بمقتضائے بشریت مان بھی لیا جائے تو یہ ان کا اپنا فعل ہے حضرت ابوبکر پر کوئی الزام نہیں اس لیے کہ اغضاب یعنی قصداً غضب میں لانے پر وعید ہے نہ کہ غضب پر۔ ہاں اگر اس لفظ کے ساتھ وعید ہوتی کہ مَنْ غَضَبَتْ عَلَيْهِ غَضَبْتُ عَلَيْهِ یعنی جس پر فاطمہ غصہ ہوں گی تو اس پر میں غصہ ہوں گا۔

تو اس صورت میں البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر الزام عائد ہوتا مگر اس طرح کے

الزام سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچ سکتے۔ اس لیے کہ حضرت سیدہ بارہا ان پر غصہ ہوئی ہیں جیسا کہ رافضیوں کے معتبر کتاب جلاء العیون ص ۱۸۶ پر ہے کہ ایک بار حضرت سیدہ زہراء مولیٰ علی سے ناراض ہوئیں تو حسن و حسین اور ام کلثوم کو لے کر اپنے میکہ چلی گئیں بلکہ بعض مرتبہ اس قدر غصہ ہوتی تھیں کہ حضرت علی کو سخت وسست بھی کہہ دیا کرتی تھیں جیسا کہ رافضی مذہب کی مشہور کتاب حق الیقین کے ص ۲۳۳ پر ہے کہ حضرت سیدہ نے ایک بار حضرت علی سے ناراض ہوکر یہ جملہ کہہ دیا ''مانند جنین دررحم پردہ نشین شدہ و مثل خائباں درخانہ گریختہ'' حمل کے بچہ کی طرح ماں کے پیٹ میں چھپ گئے اور نامرادوں کی طرح گھر میں بیٹھ گئے۔

خلاصہ یہ کہ رافضی اور سنی دونوں کی معتبر کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے حضرت سیدہ کا حضرت علی پر ناراض ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ ان کی ناراضگی حضرت علی سے وقتی اور عارضی ہوتی تھی پھر اس کے بعد آپ راضی بھی ہو جاتی تھیں تو ہم کہتے ہیں اول تو حضرت ابوبکر پر حضرت سیدہ کی زبان سے ناراض ہونا ہی ثابت نہیں اور اگر حدیث شریف کے راوی کے خیال کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ ناراضگی بھی عارضی اور وقتی تھی جیسا کہ رافضی اور سنی دونوں کی روایتوں سے ثابت ہے کہ مطالبۂ فدک کے بعد حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے بولنا چھوڑ دیا۔ تو آپ نے حضرت علی کو اپنا سفارشی بنایا۔ یہاں تک کہ حضرت زہراء آپ سے راضی ہوگئیں جیسا کہ سنیوں کی کتاب مدارج النبوۃ، کتاب الوفاء بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں یہ روایت موجود ہے۔ بلکہ محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطالبۂ فدک کے بعد حضرت سیدہ کے گھر گئے اور دھوپ میں ان کے دروازہ پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے

راضی ہوگئیں۔ (اشعۃ اللمعات، جلد سوم، ص ۴۵۴)

اور رافضیوں کی کتاب محجاج السالکین میں ہے:

ان ابابکر لما رأی ان فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذلك فی امر فدك و کبر ذلك عنده فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها صدقت یا ابنة رسول الله فیما ادّعیت ولکنی رایت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منها قوتکم والصافعین بها فقال افعل فیها کما کان ابی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یفعل فیها فقال ذلك الله علی ان افعل فیها ما کان یفعل ابوك فقالت و الله لتفعلن فقال والله لا فعلن فقالت اللهم اشهد مرضیت بذلك واخذت العهد علیه وکان ابوبکر یعطیهم منها اقوتهم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل

بیشک جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ فاطمہ مجھ سے تنگ دل ہوگئیں اور چھوڑ دیا اور فدک کے بارے میں بات کرنا ترک کر دیا تو یہ ان پر بہت گراں ہوا انہوں نے حضرت سیدہ کو راضی کرنا چاہا تو ان کے پاس گئے اور کہا اے رسول کی صاحبزادی آپ نے جو کچھ دعویٰ کیا تھا سچا تھا لیکن میں نے حضور کو دیکھا کہ وہ فدک کی آمدنی کو فقیروں، مسکینوں اور مسافروں کو بانٹ دیتے تھے اسی میں سے آپ کو اور فدک میں کام کرنے والوں کو دیتے تھے تو حضرت سیدہ نے کہا کہ کرو جیسا کہ میرے باپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا قسم ہے خدا کی میں آپ کے واسطے وہ کام کروں گا جو آپ کے والد گرامی کرتے تھے تو حضرت سیدہ نے کہا قسم ہے خدا کی آپ ضرور ایسا ہی

کریں گے پھر حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم میں ضرور کروں گا تو حضرت سیدہ نے کہا اے خدا تو گواہ ہے پھر حضرت سیدہ راضی ہوگئیں اور حضرت ابوبکر سے عہد لیا اور وہ فدک کی آمدنی سے پہلے حضرت سیدہ وغیرہا کو دیتے تھے پھر باقی فقیروں، مسکینوں اور مسافروں کو بانٹ دیتے تھے۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض نہیں تھیں

رافضی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کر دی تھی کہ ابوبکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہوں اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کو رات ہی میں دفن کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ سیدہ ان سے راضی نہیں ہوئی تھیں اور ان لوگوں کے مابین صلح صفائی نہیں ہوئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلسنت کی معتبر کتابوں سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت ابوبکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ یہ رافضیوں کا افتراء و بہتان ہے اس لیے کہ وہ ایسی وصیت کیسے کر سکتی تھیں جبکہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق بحیثیت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق ہی کو تھا اسی لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو (اور ایک روایت میں سعید بن عاص کو) حضرت امام حسن کا جنازہ پڑھانے سے نہیں روکا اور فرمایا کہ اگر شریعت کا حکم ایسا نہ ہوتا تو میں جنازہ کی نماز تمہیں نہ پڑھانے دیتا۔

(اشعۃ اللمعات، جلد سوم، ص ۴۵۴)

اور جب نماز جنازہ پڑھانے کا حق خلیفۃ المسلمین ہی کو تھا تو حضرت سیدہ کسی کی حق تلفی کی وصیت ہرگز نہیں کر سکتیں۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی وصیت کی نسبت حضرت سیدہ کی جانب غلط ہے۔ البتہ انہوں نے مرض الموت میں یہ وصیت کی تھی کہ مرنے

کے بعد مجھے بے پردہ مردوں کے سامنے نہ نکالیں اس لیے کہ اس زمانہ میں یہ رسم تھی کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی بے پردہ نکالتے تھے۔ تو حضرت ابوبکر کی بیوی اسماء بنت عمیس نے حضرت سیدہ کے جنازہ کے لیے لکڑیوں کا ایک گہوارہ بنایا جس کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئیں لہٰذا ان کی وصیت انتہائی شرم و حیا کے سبب سے تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص نہ تھی بلکہ عام تھی اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کو رات ہی میں دفن کر دیا اور سیدہ کے جنازہ میں حضرت ابوبکر صدیق کا شریک نہ ہونا بخاری یا صحاح کی کسی روایت سے ثابت نہیں بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ان کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق ہی نے پڑھائی جیسا کہ طبقات ابن سعد میں امام شعبی اور امام نخعی سے دو روایتیں مروی ہیں۔

عن الشعبی قال صلی علیھا ابوبکر رضی اللہ تعالی عنه وعن ابراھیم قال صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول اللہ و کبر علیھا اربعاً

حضرت امام شعبی اور ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ حضور کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

اور اگر جنازہ میں شریک نہ ہونا مان بھی لیا جائے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو بلانے کے لیے کسی کو نہ بھیجا ہو تو حضرت ابوبکر نے سمجھا ہو کہ اس میں کوئی مصلحت ہے اس لیے شریک نہ ہوئے ہوں۔

اور حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر انتظار میں رہے ہوں کہ ان کو بلایا جائے گا اور حضرت علی نے یہ خیال کیا ہو کہ وہ خود آئیں گے اور رات کا وقت تھا اس لیے ان کی شرکت کے بغیر تجہیز و تکفین کر دی گئی۔

كذا ذكره السمهودی فی تاریخ المدینة (اشعۃ اللمعات، جلد سوم، ص ۴۵۴)

اور اگر رافضی کسی بات کو نہ مانیں اور جنازہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ حضرت سیدہ کی وصیت ہی کو ٹھہرائیں تو پھر ان کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا کہ سیدہ کی نماز جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون میں کلینی سے روایت ہے کہ

از امیر المومنین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بر جنازۂ فاطمہ نماز کردند ابوذر و عمار و حذیفہ و عبداللہ بن مسعود و مقداد و من امام ایشاں بودم۔

امیر المومنین حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صرف سات آدمیوں نے فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ ابوذر، سلمان، عمار، حذیفہ، عبداللہ بن مسعود، مقداد اور میں ان کا امام تھا۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صرف سات آدمیوں نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ پڑھی اور مندرجہ ذیل حضرات ان کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عقیل بن طالب، حضرت جعفر بن طالب، حضرت قیس بن سعد، حضرت ایوب انصاری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت براء بن عاذب اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہم۔ یہ تیرہ حضرات جن کو رافضی بھی مانتے ہیں اور یہ لوگ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے ان کے بارے میں وہ کیا کہیں گے؟ کیا حضرت سیدہ ان سے بھی ناراض تھیں کیا انہوں نے یہ بھی وصیت کردی تھی کہ میرے جنازہ میں امام حسن و امام حسین بھی شریک نہ ہوں جو ان کے لاڈلے اور چہیتے بیٹے تھے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جنازہ میں شریک ہونے نہ ہونے کو رضامندی یا ناراضگی کی بنیاد بنانا ہی غلط ہے ورنہ حضرات حسنین

کے بارے میں بھی کہنا پڑے گا کہ ان حضرات سے سیدہ ناراض تھیں اور جنازہ میں شریک نہ ہونے کے لیے وصیت کر گئی تھیں تو ثابت ہوا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت سیدہ کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی تو اس کو آپ سے حضرت سیدہ کی ناراضگی کی دلیل ٹھہرانا غلط ہے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ کو اپنی پوری جائیداد پیش کی رضی اللہ عنہما

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت التجا کے ساتھ اپنی پوری جائیداد حضرت سیدہ کو پیش کی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حدیث رسول لانورث ماترکنا صدقة کو سنانے کے بعد بہت معذرت کی اور کہا کہ اموال واحوال خود راازتو مضائقہ نمی کنم آں چہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی۔ وشجرۂ طیبہ از برائے فرزنداں خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد وحکم تو نافذ ست در اموال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نمی توانم کرد۔

میرے جملہ اموال واحوال میں آپ کو اختیار ہے آپ جو چاہیں بلا روک ٹوک لے سکتی ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور آپ کے فرزندوں کے لیے شجرۂ مبارکہ میں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مالوں میں نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مالوں میں آپ کے والد ماجد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مخالفت میں نہیں کر سکتا۔ (حق الیقین ملا مجلسی، ص ۲۳۱)

رافضیوں کی اس مذہبی کتاب سے خوب واضح ہو گیا کہ حضرت سیدہ حضرت ابوبکر کے نزدیک بہت محترم تھیں وہ حضرت سیدہ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ہر گز ہر گز ان کے

دل میں حضرت سیدہ کی طرف سے کوئی بغض وعناد نہ تھا صرف حدیث رسول کے سبب فدک ان کے حوالہ نہ کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دامن ہر طرح کے الزام سے پاک ہے اور ان پر باغ فدک کے غضب اور حضرت سیدہ کی دشمنی کا الزام لگانا سراسر غلط ہے۔ اس مفصل جواب کا مقصد بحث ومناظرہ نہیں ہے بلکہ اپنے مسلک کی وضاحت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی واجب الاحترام ہستی پر جو طعن کیا جاتا ہے اس سے مدافعت مقصود ہے۔ خدائے تعالیٰ سب کو ہٹ دھرمی سے بچائے اور حق بات قبول کرنے کی سب کو توفیق رفیق بخشے۔ اٰمِین بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

جلال الدین احمد امجدی

۲۴ ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ

قابلِ مطالعہ کتابیں

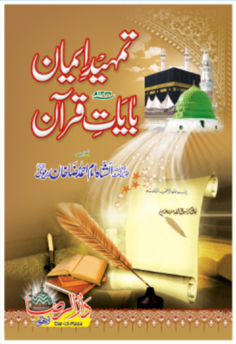

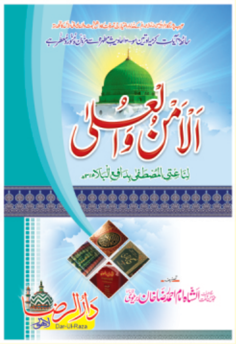

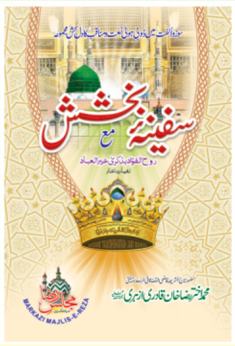

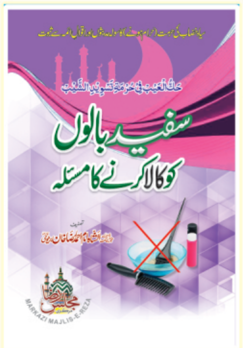

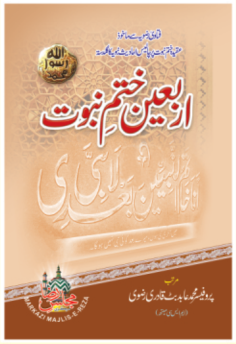

مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com